Meer Hasan ki Masnavi 'Sehrul Bayan' ka Tanqeedi Jayeza

B.A Urdu (Hons), part-iii, paper-vii

اردو مثنویوں کی تاریخ میں میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' ایک نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ میر حسن نہ صرف یہ کہ ایک قادر الکلام شاعر تھے بلکہ مثنوی نگاری کا انہیں ملکہ حاصل تھا۔ انہوں نے چھوٹی بڑی گیارہ مثنویاں لکھیں جن میں رموز العارفین، گلزار ارم، خوان نعمت وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ لیکن ان کی تمام مثنویوں میں ''سحر البیان'' کو بطور خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ مثنوی میر حسن کی آخری تصنیف ہے۔ جسے انہوں نے ۱۷۸۵ء/ ۱۱۹۹ھ میں مکمل کیا۔ بقول ڈاکٹر گوپی چند نارنگ:

> ''کتب خانہ انڈیا آفس، لندن کی مطبوعہ ہندوستانی کتابوں کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنوی میر حسن کا پہلا ایڈیشن کلکتہ سے ۱۸۰۳ء میں ۱۵۲ صفحات پر اور دوسرا ۱۸۰۵ء میں ۱۶۳ صفحات پر شائع ہوا۔ اس مثنوی کے ۱۸۰۳ء سے ۱۸۸۱ء تک کے ۱۹ مختلف ایڈیشن انڈیا آفس میں محفوظ ہیں۔''
>
> (ہندوستانی قصوں سے ماخوذ اردو مثنویاں، ۱۹۶، ص: ۳۵۱)

میر حسن کی اس مثنوی کو اسم بامسمیٰ قرار دیا گیا ہے کیونکہ زبان اور انداز بیان کا شاعر نے جادو دکھلایا ہے۔ اس کے اسلوب میں بڑی لطافت اور ذوقی نفاست و پاکیزگی موجود ہے۔ فصاحت و بلاغت کا ایک چشمہ رواں نظر آتا ہے۔ مثنوی کے انداز بیان کی اس برجستہ و شگفتہ لطافت و حلاوت کا احساس خود میر حسن کو بھی تھا۔ اور مثنوی کے آخر میں انہوں نے خود اس امر کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔

زرا منصفو داد کی ہے یہ جا

کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
زبس عمر کی اس جوانی میں صرف
تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف
جوانی میں جب ہوگیا ہوں میں پیر
تب ایسے ہوئے سخن بے نظیر

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ہوگئی ہے کہ میر حسن نے اس مثنوی کو اجاگر کرنے کے لیے پوری جوانی کی بازی لگادی اور جب ضعیفی میں قدم رکھا تو یہ مثنوی مکمل ہوئی اور مثنوی کے حروف کو موتیوں کی آب وتاب نصیب ہوئی ہے اور میر حسن کا یہ دعویٰ مکمل ہوئی اور مثنوی کے حروف کو موتیوں کی آب وتاب نصیب ہوئی ہے۔ اور میر حسن کا یہ دعویٰ سچ ہے کیوں کہ زبان وبیان کی اسی خوبی وخوش اسلوبی نے میر حسن کی اس مثنوی کو حسن واثر کا بے بہا مرقع بنادیا ہے۔ مثنوی کے اشعار میں انہوں نے اپنے عہد کی معاشرتی اور تہذیبی زندگی کے جیتے جاگتے نقوش بیان کردیئے ہیں۔ اس مصورانہ پیش کش کا انداز اتنا انوکھا دلفریب اور دل نشیں ہے کہ قاری کے سامنے مسلمانوں کے آخری دور میں سلاطین وامراء کے یہاں جو حالتیں تھیں اور جس طرح کے معاملات پیش آتے تھے سب کا بہت ہی صاف وشفاف نقشہ پیش کردیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری نے اس کی وجہ تخلیق یوں بتائی ہے:

''میر حسن کی بہترین اور مشہور ترین مثنوی سحرالبیان نواب آصف الدولہ کی وجہ سے وجود میں آئی ہے۔ ہوا یہ کہ ۱۱۸۹ء میں شجاع الدولہ کے انتقال کے بعد جب آصف الدولہ تخت نشیں ہوئے تو انہوں نے فیض آباد کے بجائے لکھنؤ کو دار الحکومت ٹھہرایا اور علم وادب کی وہ قدردانی فرمائی کہ لکھنؤ ارباب کمال کا مرکز بن گیا۔ میر حسن بھی فیض آباد سے لکھنؤ پہنچ گئے اور جلد ہی دربار شاہی تک رسائی حاصل کرلی۔ بادشاہ کو شفیق وادب نواز دیکھ کر سحر البیان لکھنا شروع کی اور

۱۱۹۹ھ/۱۷۸۴ء ختم کر کے بادشاہ کے حضور میں پیش کر دی۔''

(اردو شاعری کا فنی ارتقا،۱۹۹۴ء،ص:۱۸۵)

اقتباس بالا میں ۱۱۸۹ء غلط معلوم ہوتا ہے اسے ۱۱۸۹ھ ہونا چاہیے۔

بہرحال میر حسن نے اس مختصر سی مثنوی میں بے نظیر اور بدر منیر کے عشقیہ قصے کو موضوع سخن بناتے ہوئے اس عہد کی تہذیبی تفصیلات کا ایک دفتر کھولنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔قادر البیانی کا عالم یہ ہے کہ وہ جس موقع دخل کی تصویر پیش کرتے ہیں، زبان و بیان کو بھی اس سے اس قدر ہم آہنگ رکھتے ہیں کہ واقعیت شعاری کا لطف پیدا ہو جاتا ہے مثلاً ایک جگہ انہوں نے پنڈتوں کا تذکرہ کیا ہے تو ان کا طرز بیان یہ ہو گیا ہے:

کیا پنڈتوں نے جو اپنا بچار
تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار
جنم تیرا شاہ کا دیکھ کر
تلا اور برجھیک پر کر نظر
کہا رام جی کی ہے تجھ پر دیا
چند اماں سا بالک تیرے ہوئیگا
نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچپن
نہ ہوگر خوشی تو نہیں برہمن

میر حسن کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ حفظ مراتب کا بہت خیال رکھا ہے کہیں پر سطحیت یا پستیٔ ذوق کا مظاہرہ نہیں ہونے دیا ہے۔لفظ و بیان کا یہ احتیاط و اہتمام ایک خاص کیفیت و اثر پیدا کرتا ہے۔محفل موسیقی کا تذکرہ تو موسیقی کے تمام اہم آلات کی تفصیل موجود ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے میر حسن کو موسیقیت سے کافی لگاؤ تھا۔انداز بیان میں محاکات آفرینی کا عنصر جا بجا موجود ہے۔جس سے طرز بیان کی بے ساختگی اور دلکشی کافی بڑھ گئی ہے۔کردار نگاری، واقعہ نگاری، جذبات نگاری کے مرحلوں کو میر حسن نے نہایت خوش اسلوبی سے طے کیا ہے۔اسی لیے یہ منظوم عشقیہ داستاں تاثر اور تکنیک دونوں ہی جہتوں سے

خوب صورت اور اثر خیز ہوگئی ہے۔ ہجر وفراق کے مرحلوں کو اس طرح بیان کیا ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے انکا اپنا قلبی سوز گداز نکھر کر سامنے آ گیا ہو۔ منظر نگاری کے مرحلے میں بھی میر حسن کو شاندار کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ وہ جس منظر کو بیان کرنا چاہتے ہیں، اس کی سچی، منہ بولتی اور ہو بہو تصویر پیش کر دینے میں اپنی قدرت سخن کا حیرتناک مظاہرہ کرتے ہیں۔ میر حسن نے اپنے مشاہدات اور تجربات کو شاعرانہ سلیقے کے ساتھ اس مثنوی میں قلم بند کیا ہے۔

Dr. H M Imran

Deptt. of Urdu,

S S College, Jehanabad

Contact: 9868606178